OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 4 (October-December 2022)

تفسیری نوجدیدیت: ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے فلسفۂ جمالیات کا مطالعہ

Neo-Interpretive Modernism: A Study of Dr. Naseer Ahmad Nasir's Philosophy of Aesthetics

Khan Arif
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Dr Jamil Ahamd Nutkani
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Muhammad Ibrahim
M.Phil. Scholar, Islamic Research Center, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

Dr. Naseer Ahmad Nasir is a well-known Pakistani philosopher, literary critic, and cultural theorist who has made significant contributions to the fields of aesthetics and literary studies. His philosophy of aesthetics is often characterized as interpretive modernism, as it focuses on the interpretation of cultural and artistic artefacts and their significance in shaping our understanding of the world. In his works, Nasir emphasizes the importance of interpretation in understanding the meaning and significance of art and culture. He argues that our understanding of the world is shaped by the way we interpret and understand cultural and artistic artefacts, and that interpretation is a dynamic process that is constantly evolving as our perspectives change. Nasir's philosophy of interpretive modernism is also informed by his interest in the role of

CC BY

cultural and historical context in shaping our understanding of the world. He argues that cultural and historical context play a crucial role in shaping our interpretation of cultural and artistic artefacts, and that we must take these into account in order to fully understand their meaning and significance. Additionally, Dr. Naseer Ahmad Nasir is interested in the relationship between aesthetics and ethics, and argues that art and culture can play a crucial role in shaping our ethical and moral perspectives. He believes that art and culture can provide us with new ways of thinking about the world and can challenge and inspire us to think in new and innovative ways. In conclusion, Dr. Naseer Ahmad Nasir's philosophy of interpretive modernism provides a valuable framework for understanding the role of interpretation and cultural context in shaping our understanding of art and culture. Through his works, he has contributed to the ongoing discourse on the relationship between aesthetics and ethics, and the role of art and culture in shaping our perspectives on the world.

Key words: Neo-Interpretive, Modernism, Literary Criticism, Cultural Theory, Aesthetics

تمہید

زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے نظریہ جمالیات کو ان کی تصنیف **حُسن قرآن** کی روشنی میں بیان کیا جارہا ہے نیز ڈاکٹر صاحب نے حُسن قرآن میں اپنی جن چند اصطلاحات کا استعمال کیا ہے، قاری کو ان سے روشناس کرانا بھی مقصود ہے۔ پاکستان میں متعدد علمی شخصیات نے تحقیق و تصنیف کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان میں سے ایک اہم نام ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا ہے۔ آپ ایک باکمال شخصیت، معروف اسلامی سکالر، فلسفی، سیرت نگار اور ممتاز ماہر جمالیات تھے۔ آپ کی توجہ و تحقیق کا مرکز دین اسلام کا جمالیاتی پہلو ہے۔ آپ 1916 میں موجودہ بھارت کے شہر امرتسر میں متولد ہوے۔[1] متحدہ ہندوستان کی تقسیم ہونے پر آپ پاکستان ہجرت کر آئے اور لاہور میں مقیم ہوگئے۔[2] آپ ایک مہذب، تعلیم یافتہ اور مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جس کی وجہ سے آپ کو بھی مذہب سے لگاؤ اور قرآنی تعلیمات کے مطالعہ کا شوق بچپن سے پیدا ہوگیا تھا۔ آپ کے والد کا نام عبدالحکیم تھا۔ آپ کے والد محترم متحدہ پنجاب کی جماعت کانگرس کے صدر کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ اور آپ کے والد کے نام امرتسر شہر کے ایک محلہ کا نام بھی رکھا گیا تھا۔ آپ کے والد انتہائی نیک سیرت آدمی تھے۔ جس کا اثر آپ کی شخصیت پر بھی ہوا۔ اس لیے آپ نے اپنی تمام زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال کر بسر کرنے کی کوشش کی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کی زیرِ نگرانی گھر میں ہوئی۔ آپ کو بچپن ہی قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کا شوق

تھا اور اپنے والد گرامی کے ساتھ رہتے ہوئے ہمیشہ ہندوؤں کے ساتھ مذہبیت کا اختلاف رکھتے تھے۔ آپ نے باقاعدہ رسمی تعلیم کے حصول کے لیے ایم۔اے۔او ہائی سکول امرتسر میں داخلہ لیا اور میٹرک تک اسی سکول میں پڑھتے رہے اور میٹرک کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ آپ نے انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن کا امتحان ایم اے او کالج امرتسر سے نمایاں نمبروں سے پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور کا رُخ کیا۔[3] بی۔اے آنرز کی ڈگری 1943 میں حاصل کی اور 1945 میں ایم اے معاشیات کی ڈگری حاصل کی اور پھر 1967 میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹر آف لٹریچر (ڈی لٹ) کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے عربی، اردو اور انگریزی زبانیں نیز قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی تفسیر و تشریح اور ترجمہ و تحقیق، عروض وانشاء پردازی اور تصنیف و تالیف کے فنون، جید علماء و ماہرین کے زیر سایہ رہ کر سیکھے۔ جن اساتذہ سے آپ نے اپنی علمی پیاس بجھائی، ان میں سے یہ اساتذہ کرام قابلِ ذکر ہیں۔ سٹینلے مرکیڈو، ڈاکٹر تاثیر، فیض احمد فیض، مولانا ثناءاللہ امرتسری، عرشی امرتسری، مولانا معین الدین ندوی، مولانا محمد شفیع، مولانا ابولکلام آزاد، حکیم سید محمد فاضل مشہدی، مولوی محمد عالم امرتسری، عبداللہ منہاس (چیف ٹرانسلیٹر وائسرائے ہند) اور حقیقی معلم اللہ کا زندہ کلام قرآن حکیم، یہ حق الیقین ہے کہ انسان مخلص اور سچا تلمیذ ہو تو قرآن حکیم اس کا زندہ معلم وہادی اور مزکی بن جاتا ہے۔ چنانچہ یہ قرآن حکیم کا فیضان اعجاز ہے کہ آپ نے جمالیات ایسا دقیق و کم آشنا مضمون کسی شخص سے سیکھے بغیر اس میں ڈاکٹر آف لٹریچر (D.litt) کی ڈگری حاصل کی، جو ایک سب سے بڑا علمی اعزاز ہے۔ آپ کے شاگرد تو بے شمار تھے، لیکن شاگردوں کے یہ اسماء قابل ذکر ہیں۔ خوجہ محمد اسلم (جانشین تحریک رحمت)، کرنل عابد حسین عابد، خواجہ عبدالغفور۔ آپ 1945 تا 1946 لیکچرار، ایم۔اے۔او کالج امرتسر، اوائل 1947 تا 1949 پراونشل آرگنائزر نیشنل ہوم فرنٹ، محکمہ تعلقات عامہ حکومت پنجاب، 1950 تا 1960 پروگرام آرگنائزر اور اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان، 1960 تا 1976 سیکریٹری اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1976 تا 1979 وائس چانسلر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور رہے۔[4]

آپ نے برصغیر پاک وہند کے، علاوہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کی تاریخی و جمالیاتی سیر کی، اساتذہ اہل علم و فن اور ادبی و سیاسی شخصیات سے ملاقاتیں کیں، نیز ان ممالک کی معاشرتی، مذہبی، سیاسی، معاشی، ثقافتی اور اخلاقی زندگی کا بغور مشاہدہ و مطالعہ کیا۔ آپ کے علمی مشاغل میں تدبر فی القران اور تفکر فی الانفس و آفاق، ادیان عالم کا تقابلی مطالعہ، سرطانی اداروں کے خلاف جہاد بالقرآن، قرآن کا جمالیاتی پہلو سے ترجمہ اور تفسیر نگاری شامل ہے۔

علم وادب اور جہان جمالیات کی یہ نامور شخصیت 27 اپریل 1997 کو لاہور میں دل کا دورہ پڑنے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ ڈاکٹر صاحب نے بیس سے زائد کتابیں لکھی ہیں، ان تمام کتب میں جمالیات کے اکثر موضوعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے حُسن و جمال اور سیرت طیبہ کے جمالیاتی پہلو کو دنیا کے سامنے نہایت عمدہ انداز پیش کیا ہے، اور ڈاکٹر صاحب کا خاص موضوع سخن، اسلام اور جمالیات ہے۔ آپ کی چند مشہور کتابیں یہ ہیں، **جمالیات قرآن حکیم کی روشنی میں، اسلامی معاشرے کی تعمیر نو، اسلامی ثقافت، کتاب زندگی، قرآن اور انسان، فلسفہ آخرت، فلسفہ رسالت، تاریخ جمالیات، پیغمبر اعظم وآخر ﷺ، حُسن قرآن** اور **حُسن تفسیر** قابل ذکر ہیں۔[5]

حُسن قرآن کا جدید تفسیری منہج

آپ کی کتاب حُسن قرآن دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ حُسن قرآن کا ایک جدید منہج ہے، جس کے مطابق آپ نے قرآن کریم کے بیان کردہ قوانین الہیہ بیان کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق ان قوانین الہیہ کے فہم کے بغیر روح قرآن کو سمجھنا محال نہیں تو ازبس دشوار ضرور ہوگا۔ حُسن قرآن کو دیگر تمام تراجم و تفاسیر پر اس لیے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس میں اہم جدید

قوانین کی صراحت بھی کی گئی ہے اور ان کی روشنی میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے اسلوب بیان کا اعجاز بلاغت ہے کہ وہ الفاظ کو موقع و محل کے تقاضے کے مطابق لغوی اور اصطلاحی معنی مفہوم میں استعمال کرتا ہے۔ یہ اصل یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن حکیم کو صحیح طور پر سمجھنے اوراس کا درست ترجمہ و تفسیر کرنے کے لیے لغوی واصطلاحی مفہوم کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ "حُسن قرآن" میں اس اہم فرق کو پیش نظر رکھا گیا ہے، جو اس کی صحت کامل و صداقت کی دلیل محکم ہے۔ قرآن حکیم کا ایک اعجاز یہ ہے کہ وہ آپ اپنی تفسیر ہے، اکمل و احسن؛ اور حُسن قرآن، اس تفسیر کا سچا ترجمان ہے، اس لیے مستند و جامع ہے۔ حُسن قرآن ان روایات و ملفوظات سے پاک و منزہ ہے، جن سے اس کی تکذیب لازم آتی ہے یا اُن کے احکام و تعلیمات کے منافی ہیں۔ یہ اکابر و سادات پرستی اور فرقہ پرستی و مذہبی عصبیت کے گمراہ کن نتائج سے مبرا ہے، اس لیے یہ سچا اور کھرا ترجمہ ہے۔ قرآن ہر زمان و مکان کے انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، اس لیے اس کی نوعیت عالمگیر ہے، اُسے شان نزول کی وضعی روایات سے زمانی و مکانی بنانے کی کوشش سے اجتناب کیا گیا ہے۔[6] حسن قرآن کی زبان فصیح و حسین اور اسلوب بیان تفسیری و بلیغ اور دلکش و موثر ہے، نیز فن نگارش کا حسین نمونہ ہے۔ حواشی کا اختصار رنگ تفصیل و جامعیت سے مزین ہے۔ سورتوں کی فہرست کو بیان کیا گیا ہے۔

"حُسن قرآن" میں بیان جدید اصطلاحات

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنے ترجمہ قرآن "حُسن قرآن" میں کچھ جدید اصطلاحات استعمال کی ہیں، جن سے قاری کی آگاہی ضروری ہے، وہ اصطلاحات درج ذیل ہیں؛

الحیوان قرآن حکیم نے دارالآخرت کو الحیوان سے تعبیر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دارالآخرت یعنی جنت قرۃ العین اور جہنم کے بیکر اں دونوں جہاں موت سے منزہ ہیں۔ وہاں زندگی ہو گی، موت نہیں ہو گی، لہذا انسان کو جنت اور دوزخ میں موت نہیں آئے گی۔

حُسن المآب خانہ حُسن و سرور، انسان کا حقیقی گھر جو حُسن و سرور سے معمور اور جنت قرۃ العین میں ہو گا، قرآن مجید نے اسے حُسن المآب اور حُسن مآب سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اہل جنت کا ابدی گھر ہو گا۔

شر مآب اہل نار کا عذاب خانہ، جو جہنم میں ہو گا۔ "زندوں میں ہوں گے نہ مردوں میں" جہنم کا آتشیں عذاب اس قدر شدید اور جان کالا گو ہو گا کہ اہل نار لذت زندگی سے تو محروم ہوں گے، لیکن انہیں شعور واحساس عذاب ہو گا۔

انتخاب کی آزادی رب رحمٰن نے انسان کو فکر و عمل اور انتخاب کی آزادی وودیعت کی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق و باطل، حسنہ و سیئہ، خیر و شر اور ہدایت و ضلالت میں سے جسے چاہے اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن یہ آزادی مستوجب مواخذہ ہے۔

الھدی ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وسیع المعانی اصطلاح قرآنی ہے۔ اس کا ایک معنی کلام الٰہی ہے اور اب قرآن حکیم ہے، دوسرے، قرآن حکیم کے الھدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جسے ہدایت یا صراط مستقیم کہتا ہے۔ صرف وہی ہدایت یا صراط مستقیم ہے۔ اسی طرح، جسے وہ ضلالت یا گمراہی کہتا ہے، وہی ضلالت گمراہی ہے۔ دنیا میں اگر کوئی کتاب ہدایت ہے تو اب صرف قرآن حکیم ہے۔

سلطان ڈاکٹر صاحب اس اصطلاح قرآنی کا یہ مطلب لکھتے ہیں کہ، علم وہنر یا سائنس اور ٹیکنالوجی کی قوت، جس کے توسط سے وہ حدود ارضی کو پھلانگ کر دوسرے افلاک کی کُروں تک جا سکتا ہے۔

قرآن علم ہے اس کا ایک معنی یہ ہے کہ قرآن حکیم سر چشمہ علم ہے۔ دوسرے، اس کی ہر آیت کی اساس علم ہے۔ تیسرے، قرآن حکیم علم سکھاتا ہے۔ چوتھے، قرآن حکیم کی روشنی میں انسان جنت کی راہ راست پر اطمینان کے ساتھ سفر زندگی کرتا ہوا وہاں پہنچ سکتا ہے، نیز اس کی روشنی میں حق و باطل، ہدایت وضلالت، خیر و شر اور حسنہ وسیئہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔

منیب دین نظام حیات کلی کے ہر معاملے اور مسئلے کے فیصلے کے لیے، نیز اس سے مدد مانگنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا۔[7]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے جنت قرۃ العین کی اصطلاح کو "حسن قرآن" میں بکثرت استعمال کیا ہے، اس اصطلاح کو قاری کی سہولت کے لیے یہاں بیان کیا جارہا ہے، جو درج ذیل ہے۔

جنت قرۃ العین اہل حسن و عشق کا ابدی حسن المآب ہے، یعنی حسن و سرور سے معمور گھر، جہاں وہ عالم کیف و سرور میں حیات جاوداں بسر کریں گے۔ یہ اصل یاد رکھنے کی ہے کہ جنت قرۃ العین میں بھی انسان بیکار زندگی بسر نہیں کرے گا، بلکہ محنت کرے گا، کہ یہ اس کی فطرت اور زندگی کا تقاضا و خاصہ ہے۔ لیکن اس کی محنت عاشقانہ ہو گی۔ محنت عاشقانہ ہو تو وہ راحت افزا و مسرت انگیز ہوتی ہے۔ انسان وہاں بھی سفر کرتا رہے گا کہ حرکت مدام زندگی کا خاصہ ہے۔ اس سفر کی نوعیت ہجرت الی اللہ ہو گی، یعنی وہ اپنے آلہٰ جمیل کے تقرب مسلسل کی خاطر سفر کرتا رہے گا جب تک "وہ" اپنی حسن کاری و جلوہ افروزی کی شان نو بنو میں رہے گا۔ ہجرت اِلیٰ اللہ، تقرب اِلیٰ اللہ، ترفع درجات اور تکمیل نور ذات ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں۔ اس سے امر کی بھی توجیہ ہو جاتی ہے کہ کیوں رب رحمن نے اپنی رحمت بے قیاس کی بدولت انسان کو مرہون منت کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البلد میں فرماتا ہے جو اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ انسان کا حرکت کرنا فطری عمل ہے۔ تقرب مسلسل کی خاطر سفر کرتا رہے گا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ[8] "بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا" رب رحمان کی اس جمالیاتی تخلیقی فعلیت کا یہ کھلا راز ہے کہ افراد و اقوام کی مادی و معنوی ترقی، عظمت اور فضیلت ہمیشہ، محنت مسلسل کی مرہون منت رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وقت اور زندگی کا خاصہ حرکت ہے اور حرکت ہر حال میں محنت چاہتی ہے چاہے جبری ہو یا اختیاری یا عاشقانہ۔ ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جو شخص محنت نہیں کرتا، وہ رب رحمن کی ودیعت کردہ صلاحیتوں اور استعدادوں کو قوۃ سے فعل میں نہیں لاتا اور ان کے لیے بے شمار مادی و معنوی فوائد سے محروم اور حسنات کے لحاظ سے خسارے میں رہتا ہے۔ اور یہ خسارہ اسے اہل نار بناتا ہے۔ یہ مطلب ہے "وَ الْعَصْرِۙ، اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ اور تاریخی عمل شاہد ہے کہ انسان مسلسل خسارے میں جارہا ہے" کا۔[9]

رب رحمن کے قوانین و احکام اصل میں "الھدی" یا مستقل و ابدی ہدایات ہیں کہ اس کے جمالیاتی – تخلیقی شاہکار، ان کے مطابق اس دنیا میں اس کی ان گنت حسین وطیب نعمتوں سے تمتع کریں اور دوسروں کو متمتع ہونے کے مواقع فراہم کریں اور امن و سلامتی کے ساتھ حیات طیبہ بسر کریں۔[10]

تدبر فی القرآن کیسے ممکن ہے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی معنویت تک رسائی حاصل کرنا، اور قرآن حکیم کی آیات و مصطلحات کے معنی و مطالب، اسرار و رموز اور عجائبات و اعجازت سمجھنے کے لیے اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، کروٹ بدلتے ہر حال میں تفکر کریں تب ہی تدبر قرآن ممکن ہو سکے گا۔

تفہیم القرآن کیسے ممکن ہے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ تلمیذ قرآن کو اسلوب بیان اور ایجاز بلاغت و بو قلمونی سے آگہی رکھنا ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ اعجازات قرآن حکیم میں سے ہے کہ موقع و محل کے مطابق اس کا اسلوب کبھی تمثیلی ہوتا ہے کبھی واقعاتی، کبھی تشبیہی ہوتا ہے تو کبھی کنایاتی، کبھی ایجازی ہوتا ہے تو کبھی تشریحی، کبھی حکیمانہ ہوتا ہے تو کبھی دلبرانہ، کبھی ناصحانہ ہوتا ہے تو کبھی نفسیاتی، کبھی اصطلاحی ہوتا ہے تو کبھی تلمیحی، کبھی عاشقانہ ہوتا ہے تو کبھی تاکیدی، کبھی طبیعی ہوتا ہے تو کبھی مابعد الطبیعی کبھی بیانیہ ہوتا ہے تو کبھی ڈرامائی، لیکن عموماً اعجازی ہوتا ہے۔[11]

مترجمین مفسرین کے لیے ڈاکٹر صاحب کی تجویز

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ کل تلامیذ القرآن اور خصوصاً مترجمین و مفسرین پر لازم ہے کہ وہ آیات قرآنی کو سمجھنے یا ان کا ترجمہ و تفسیر کرتے وقت اس کے اسلوب بیان کے اس منفرد و بے مثال حُسن تنوع کو پیش نظر رکھیں، ورنہ ان کا التباس ذہنی میں مبتلا ہو جانا بعید نہیں اور اسی طرح ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم بمقتضائے موقع و محل اپنے الفاظ کو کبھی لغوی اور کبھی اپنے اصطلاحی معنی و مفہوم میں استعمال کرتا ہے، لہٰذا مفسر کو چاہیے کہ وہ ان کے فرق کا ادراک ضرور رکھے۔[12]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا ترجمہ قرآن میں جمالیاتی رنگ

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر حسن قرآن میں جہاں بھی خوبصورتی یا اچھے اعمال کی بات آئی ہے وہیں جمالیات، حُسن، حَسنہ، حسنات جیسے الفاظ کو استعمال کرتے ہیں۔ اس ترجمہ میں، جہاں کوئی بھی اصطلاح آئی ہے، وہیں آپ نے اس کی حواشی کی صورت میں وضاحت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب یوں قرآن کے جمالیاتی رنگ کو بیان کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر بعض اوقات راویتی علما کے انداز سے ہٹ کر ترجمہ کرنے کی بجائے ترجمانی کرتے ہیں، جیسا کہ تعوذ کی یوں ترجمانی کرتے ہیں؛ "یااللہ تیری رحمت و مغفرت سے محروم و مردود شیطان (کے وسوسوں اور جمالیاتی فریب کاری) سے محفوظ و مصئون رہنے کے لیے مجھے تیری پناہ کی حاجت و طلب ہے، مجھے اپنی حفاظت و امان میں لے لے۔"[13] اسی طرح تسمیہ کی بھی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔ "اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسم (یعنی اس کی صفات حسنہ کی برکت کی طلب و دعا) کے ساتھ، جو پیکر رحمت بالذات، ازل سے رحمت بے پایاں کا مالک اور اپنی مخلوقات، خصوصاً بنی نوع انسان کو اپنی رحمت یعنی بے نہایت محبت و شفقت، احسان و انعام، فضل و کرم، بخشش و درگزر اور حسنہ و خیر سے نوازنے والا (الرحمن)، نیز اُن پر پیہم ترس کھانے، عفو و درگزر اور بے اندازہ رحم و احسان کرنے والا (رحیم) ہے۔[14]

حروف مقطعات: حروف مقطعات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب اپنے جدید نقطہ نظر کی رو سے لکھتے ہیں کہ حروف مقطعات کے معنی ابھی متحقق نہیں ہوئے۔ لیکن تلامیذ القرآن اس بات کا حق الیقین رکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی نوعیت زمانی و مکانی نہیں بلکہ عالمگیر و ابدی ہے، لہٰذا جس طرح عصر حاضر میں بالخصوص اس کی متعدد آیات اور اصطلاحات کے معانی و مطالب سائنسی یا علمی انکشافات سے واضح ہوئے ہیں اور علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ مزید آشکار ہوتے رہیں گے، اسی طرح ان حروف مقطعات کے معانی و مطالب بھی ایک روز تلامیذ القرآن پر بالضرور منکشف ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کوئی فعل عبث ہے، نہ ہو سکتا ہے۔[15]

قرآن حکیم کے مضامین خمسہ

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک قرآن حکیم مضامین خمسہ پر مشتمل ہے جن کو وہ یوں بیان کرتے ہیں؛ تلاوت آیات الٰہیہ، تزکیہ، تعلیم قرآن، تعلیم حکمت، تعلیم علوم و فنون نو بنو۔[16]

1۔ تلاوت آیات الہیہ اس کا مطلب ہے قرآن حکیم کا درس دینا، یعنی تلامیذ کو سمجھانے کی خاطر آیات و اصطلاحات اور الفاظ کی معنویت کی تشریح کی جائے، خاص کر الفاظ کے بارے میں بتایا جائے کہ کہاں لغوی اور کہاں اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اصطلاحی معانی وہ ہیں جو قرآن حکیم نے متعین کیے ہیں۔ قرآن حکیم اپنی اصطلاحات و آیات کی خود ہی احسن و اکمل تفسیر کرتا ہے، اور یہ قرآن حکیم کا حُسن معمول ہے۔

2۔ تزکیہ نصاب تعلیم کے حوالے سے تزکیہ کے معنی ہیں طالب علموں کے اخلاق کی تطہیر و تہذیب اور تحسین کرنا، ان کو نشو و نما دینا، ان کو ادب سکھانا، ان کے دل و دماغ کو مشرکانہ عقائد و ملحدانہ نظریات سے پاک و منزہ رکھنا، علاوہ ازیں ان میں فحشاء و منکر کے تباہ کن نتائج و عواقب کا علم الیقین پیدا کرنا، انہیں صراط مستقیم پر یعنی جنت قرۃ العین کی حسین راہ راست پر سفر زندگی کرنے کی ترغیب دینا اور جہنم کی ترچھی ٹیڑھی راہوں پر سفر زندگی کرنے سے ناصحانہ انداز میں منع کرنا، نیز ان کی معنوی تطہیر کرنا، یعنی ان کی جمالیاتی حس و تقویٰ کا احیاء کرنا اور ان کے ذوق و عقل کی تحسین و تنویر کرنا اور ان کے فکر کی جہت و قبلہ کو درست کرنا، نیز طلبہ و طالبات کو سچے مومن اور مخلص تلامیذ القرآن بنانا۔ حاصل کلام یہ کہ تزکیہ انسان کے حسی و قلبی نظام کو زندہ و فعال بنانے کا احسن و اکمل منہاج ہے۔[17]

3۔ تعلیم کتاب ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ تعلیم کتاب سے مراد طالب علموں کو قرآن حکیم کے موضوعات اور مضامین اس طرح پڑھانا جس طرح سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں، لیکن تحقیقی اور حکیمانہ انداز میں پڑھانا لازم ہے

۔

4۔ **تعلیم حکمت** تعلیمحکمت کے معنی ہیں فطری علمی دانشمندی (Natural Theoretical &practical Wisdom)، بالفاظ دیگر کل امور زندگی کو کمال دانشمندی سے سرانجام دینے کی عملی قابلیت۔ اس سے مستنبط ہوا کہ قرآن مجید کے معلم کے لیے خود کا بھی حکیم ہونا ضروری ہے۔[18]

5۔ **تعلیم علوم و فنون نو بنو** ڈاکٹر صاحب سورۃ بقرہ کی رشنی میں تعلیم وعلوم فنون نو بنو کی یوں وضاحت کرتے ہیں وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَؕ[19] ڈاکٹر صاحب نے یوں اس آیت کی وضاحت کی ہے کہ، "قدیم وجدید علوم کی تعلیم دینا"، بالفاظ دیگر علم کے ارتقاء کے ساتھ جس خطہ سرزمین میں علم کی کسی صنف نو کی دریافت ہوئی ہو، یا کوئی اختراع و ایجاد ہوئی ہو، اس کی معلومات حاصل کر کے طلبہ کو سکھانا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو حکیمانہ (Scientific) انداز میں تحقیق و تفتیش کرنے کے اصول و منہاج سکھانا تا کہ ان میں بھی اختراع و ایجاد کرنے کا ملکہ زندہ و فعال ہو جائے۔ اس میں بیان بالقلم سکھانے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔[20]

قوانین الہیہ

حُسن قرآن میں قرآن حکیم کے احکام و تعلیمات اور اسلام کے نظام حیات کلی یا دین اسلام کو ان کے حقیقی تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے قوانین الہیہ کو بیان کیا ہے، آپ نے لکھا ہے کہ ان قوانین کو سمجھنا ناگزیر ہے۔ یہ 28 قوانین ہیں جو درج ذیل ہیں۔ قانون خسران، قانون ابتلاء، قانون فلاح، قانون کن فیکون، قانون تدبری، قوانین طبعی و ما بعد الطبیعی، قانون تقدیری، قانون احترام آزادی، قانون تسلیم کلی، قانون احترام آرزو، قانون ہدایت و تقویٰ، قانون مکافات عمل یا قانون مجازات، قانون مشیت و حکمت، قانون سعی و اکتساب، قانون حق و صبر، قانون عدل و احسان، قانون تشکر نعمت، قانون انابت و اجابت، قانون انعام و فضل، قانون طمانیت و سکینت، قانون تعجل و امہال، قانون استبدال و

استخلاف، قانون استمداد و استعانت، قانون تنزیری و تبشیری، قانون فلق و جزبہ پیدائی، قانون معدلت، قانون دعا، قانون تکریم انسانی۔[21]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا فلسفہ جمالیات

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر اپنی کتاب تاریخ جمالیات میں قرآن حکیم کے جمالیاتی رنگ کی مختلف آیات کی رو سے وضاحت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن نے حُسن کی ماہیت کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ جن کو اصطلاحی اعتبار سے لغوی یا لسانی، تجرباتی یا طبعی اور ماوراتجرباتی یا مابعد الطبیعیاتی کہا جاسکتا ہے۔[22] اسی طرح ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب فلسفہ توحید کے پہلے باب میں حُسن کی کچھ اصطلاحات کو بیان کرتے ہیں، جس میں صرف ڈاکٹر صاحب کا بنیادی مقصد اسلام کے جمالیاتی رنگ کو آشکار کرنا ہے۔ وہ اصطلاحات درج ذیل ہیں، اسلام آرزوئے حُسن ہے، حُسن سے مراد الحسن، حُسن زندگی، اور حُسن المآب ہے۔[23] ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب "جمالیات (قرآن حکیم کی روشنی میں)" میں جمالیات کا تاریخی پس منظریوں بیان کرتے ہیں کہ حُسن اور فن کے فلسفے کا نام جمالیات ہے، اور مزید لکھتے ہیں کہ بام گارٹن نے تاریخ جمالیات میں سب سے پہلے فلسفہ حسن کے لیے Aesthetics (جمالیات) کی اصطلاح کو استعمال کیا اور فلسفے کا ایک علیحدہ مستقل شعبہ قرار دیا۔[24]

حُسن کی ماہیت و حقیقت

ڈاکٹر صاحب حُسن کی ماہیت و حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عالم رنگ و بو میں ہر شے انسان کے لیے دل کشی و جاذبیت اور حیرت و استعجاب کا موجب ہے۔ سجیلی صورت، سُریلی آواز، کیف پرور خوشبو، لذت آفرین شے اور نشاط انگیز لمس میں کسی ایسی شے کو چھپا ہوا محسوس کرتا ہے جو اس کے حواس اور قلب کی تسکین کا سبب ہے، مگر اس شے کی ماہیت سے انسان بے خبر ہے۔ اس مخفی شے کی طلب و آواز کو وہ اپنے من میں جاگزین پاتا اور اس کی تشفی کے لیے جان بھی دیتا ہے۔ چنانچہ اس راز کو معلوم کرنے کی اسے ہمیشہ سے طلب و جستجو رہتی ہے، اس لیے انسان نے فکر و نظر سے جو کام لیا ہے اسی کو فلسفہ میں جمالیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ سب فکر و نظر کی کاوشوں کے باعث حاصل ہوا ہے۔ چونکہ یہ مختلف اذہان انسانی کی متاعِ فکر ہے، اس لیے اس میں اختلاف و تضاد کا پایا جانا فطری ہے، بلکہ اس کے برعکس یہ حُریت فکر و نظر کی دلیل ہے۔ حریت فکر و نظر بے شک حیات انسانی کی امتیازی خصوصیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے، حتیٰ کہ خود انسان کی آزادی و خود مختاری تک فطرت کے تابع ہونے کی وجہ سے محدود ہے اور اس کی حیثیت اضافی ہے، اسی طرح فکر انسانی کی آزادی کا محدود ہونا بھی اس کی فطرت کا مُقتضی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ جمالیات جو قرآن میں بیان ہوئی ہے، اسے جانے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ جیسا کہ رنگ و نور کے اس جنت نگاہ نگار خانے میں اگرچہ ہر شے اپنے حُسن کی دل آویزی کے ساتھ ذوق نظر کی تسکین کا سامان ہے، لیکن حُسن کی قیامت سامانیوں کا کچھ اور ہی رنگ ہے۔ انسان اپنی قد و قامت، موزونیت و جاذبیت اور شکل و شبہات کی نظر افروزی و دلکشی کے اعتبار سے حُسن تمام کا پیکر بے مثال ہے۔ انسان پر حسن کی یہ ارزانی، اس کے عز و شرف کی وجہ اور فضل ربانی کی دلیل ہے۔ چنانچہ اس واقعیت کی طرف اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ انسان کی توجہ کو منعطف کیا ہے۔ سورۃ الانفطار میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ، اس باری تعالیٰ نے تیری تخلیق کی، پھر تیرے میں مناسبت و ہم آہنگی حد کمال تک پیدا کی، پھر ان میں تناسب و اعتدال پیدا کیا، اس کے بعد جیسی شکل و صورت بنانا چاہی، اس کے مطابق ترکیب دے دی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق سے لے کر اس کی صورت گری تک جن چار ارتقائی مرحلوں کا ذکر کیا ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

تخلیق، تسوید، تعدیل، اور ترکیب صوری۔[25]

صفاتِ حُسن

حُسن اپنی اصل کے اعتبار سے وحدت کا آئینہ دار، لیکن وحدت اضافی اعتبار سے کثرت کا حکم رکھتی ہے، جسے صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حُسن کی وہ صفات جو خاص کر فنی تخلیقات کو مستلزم ہیں، قرآن حکیم کی رو سے چار ہیں؛ بوقلمونی، موزونیت، فنی جامعیت، پاکیزگی۔ ان چاروں صفات پر بحث کرتے ہوئے اس نکتے کی صراحت کر کے اس کے وحدت حُسن میں نظر افروزی اور سرور انگیزی کی وضاحت کی گئی ہے۔

1۔ بوقلمونی یہ کائنات جو حُسن وجاذبیت کا نگار خانہ ہے رنگ اختلاف و تنوع سے مزین نظر آتی ہے۔ اس کے مناظر کی بوقلمونی اور یہ کہ کائنات تضاد و تخالف کا ایک نظر فریبِ طلسم ہے اور اس کے عناصر ترکیبی میں مناسبت وہم آہنگی نہیں پائی جاتی، لیکن کائنات کے حُسن و دلکشی کی وجہ حقیقی یہ ہے کہ اس کے عناصر ترکیبی میں مناسبت وہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ کائنات مجموعی اور انفرادی دونوں حیثیتوں سے حُسن و نظر افروزی کا پیکر بے مثال ہے۔ بوقلمونی حُسن کی ایسی صفت ہے جو انسان کی جمالیاتی حس اور اس کی جبلت تجسّس کی تسکین و تشفی کے لیے ناگزیر ہے۔

2۔ موزونیت حُسن کی دوسری صفت موزونیت ہے۔ کسی چیز کی اپنی حقیقت کے اعتبار سے محل اور موقع کے عین مطابق واقع ہونے کی حالت کو موزونیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ لفظ "موزوں" میں وزن کا جو مفہوم پایا جاتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل میں وہی چیز موزوں ہو گی جو اپنی نوعیت، کمیت، کیفیت اور واقعیت کے لحاظ سے متناسب و معتدل ہو گی۔ لہٰذا جو چیزیں موزوں ہوں گی، وہ جمالیاتی قدروں کی بھی حامل ہوں گی۔

3۔ فنی جامعیت حسن کی ایک صفت اتقان ہے، جسے جمالیات کی اصطلاح میں فنی جامعیت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سے مراد ہے کسی فنی تخلیق میں ہنر و کمال اور درستی و پختگی کا اس طرح مجتمع ہونا کہ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی، نقص، عیب نہ پایا جائے۔[26]

4۔ پاکیزگی پاکیزگی بھی حُسن کی ایک صفت ہے اور اس لفظ کو بھی ہم نے ان معنوں میں استعمال کیا ہے، جن معنوں میں قرآن حکیم نے طیب و مطہر اور تزکیہ و تطہیر کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اس لیے پاکیزگی کے لفظ کو ان تینوں الفاظ کے معنی و مفہوم کے قائم مقام سمجھنا چاہیے۔ اس تمام بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ پاکیزہ لٹریچر انسان کے ارتقاء اور اس کی فضیلت و بزرگی کا ذریعہ ہے اور اس کے بغیر وہ معراج انسانیت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔[27]

قرآن حکیم کا حرکی نظریہ حُسن

اہل علم و نظر کی مسلسل ذہنی کاوشوں کی وجہ سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہ کائنات جامد نہیں، متحرک ہے اور اس کی یہ حرکت ارتقائی ہے لیکن ابھی تک ہم اس راز کو معلوم نہیں کر سکے کہ اس کی حرکت ارتقائی کی وجہ کیا ہے؟ مگر قرآن حکیم نے اس راز کو چودہ صدیاں پہلے آشکار کر دیا تھا۔ انسانی آنکھ گواہ ہے کہ یہ کائنات متحرک نظاروں کی جلوہ گاہ ہے اور اس میں کسی کے کلمہ "کُن" کی آہنگ جان آفریں سے ہر لحظہ زندگی کے چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔ الغرض روح کائنات جو رنگ تغیر سے مزین ہونے کی وجہ سے ہر آن ایک نئے حال میں ہوتی ہے خوب سے خوب تر روپ اختیار کرتی رہتی ہے۔ علمائے حیاتیات وطبیعیات کی رو سے کائنات کی اس حرکت ارتقائی کی وجہ یہ ہے کہ حیات و کائنات اپنی تکمیل کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہتی ہے، اس لیے ہمیشہ حسین سے حسین تر صورتوں میں نمودار ہوتی ہے۔ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہے کہ حیات کائنات کیوں اپنی تکمیل کرنا چاہتی ہے۔[28]

قرآن حکیم کا جمالیاتی ارتقائی نظریہ تخلیق

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام اور قرآن ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔ ہم نے اسلام کے بجائے قرآن کا نظریہ تخلیق اس لیے لکھا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد جب دور ملوکیت آیا تو اسلامی مملکت میں فرعونی، ہامانی اور قارونی و آزری ادارے قائم ہو گئے۔ انھوں نے اسلام کے صلوۃ و زکوۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بنیادی اداروں میں جمود و تعطل پیدا کر دیا۔ اس کے علاوہ اساطیری روایات اور اس طرح کی تاویل بالباطل اور تسمیہ بالباطل کے طاغوتی فنون کے ذریعے مسلمانوں کو اکابر پرستی ایسے انسانیت سوز مشرکانہ عقیدے کا گرویدہ بنا دیا، حالانکہ قرآن حکیم نے انسان کو اس اصل عظیم سے آگاہ کر دیا ہے کہ اکابر پرستی شرک ہے۔ اور شرک ظلم ہے جس نے ہر زمان و مکان میں قوموں کو ہلاک و برباد کر دیا ہے۔ اس اکابر پرستی کا خاصہ انسان کو گمراہ کرنا اور حیوانوں کی طرح بہرا، گونگا اور اندھا بنانا ہے، جس سے مراد قلب کا اندھا، بہرا اور گونگا ہونا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ الفرقان کی کسوٹی پر ان نظریات و عقائد کی باطلیت ثابت بھی ہو جائے تو اکابر پرستی ان کو دل و دماغ سے نکالنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا ہے، وہ اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات کے خلاف اللہ عزوجل کے فتوے کو بھی مسترد کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں نے قرآن حکیم کے جمالیاتی-ارتقائی نظریہ تخلیق کے ساتھ یہی رویہ روا رکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ میرا فرض ہے کہ میں ایک مخلص تلمیذ القرآن کی حیثیت سے قرآن حکیم کے نظریہ کو وضاحت سے بیان کروں۔[29]

اخلاقی جمالیات

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حُسن اگر اسلامی ثقافت کا اساسی عنصر ہے تو اس کا اہم ترین مظہر حُسن خلق ہے۔ حُسن خلق بھی خُلق کی طرح ایک باطنی صورت ہے جو ظاہری وجود کی طرح نامیاتی اور حسین ہے۔[30] **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ**[31] ترجمہ "بلاشبہ ہم نے انسانی فطرت کو حسین بنایا ہے"۔ یعنی بلاشبہ ہم نے انسان کو حسین ترین ظاہری و باطنی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے۔

ابلیس کا جمالیاتی فریب

ابلیس کا تصور کسی نہ کسی شکل میں تمام ادیان عالم میں پایا جاتا ہے، اور اس تصور نے انسان کے فکر و عمل میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی فکر و آداب میں بھی اس تصور کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ قرآن مجید نے ابلیس کے لیے شیطان، طاغوت اور خناس کی تعبیرات بھی اختیار کی ہیں۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے قرآن حکیم نے ابلیس کا تعارف ایک ایسی مخلوق کے طور پر کرایا ہے۔ (۔۔۔) جس نے آدمیت کے شرف خصوصاً فضلیت علمی کو قبول نہیں کیا، اور اس کی علمی استعداد کے ارتقاء کے لا محدود امکانات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا دعوٰی تھا کہ انسان خلافت ارضی کا سزاوار نہیں کیونکہ فتنہ وفساد اور قتل و غارت اس کی جبلی خاصیت ہے۔[32] اس کے دعوی کی اساس یہ تھی کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے جبکہ اس کی پیدائش نار (آگ) سے ہوئی ہے۔ تو اس دعوٰی کی بنیاد پر اس کو بارگاہ خداوندی میں دھتکارا گیا تو اس وجہ سے ابلیس نے خدا سے وعدہ کیا کہ وہ انسان کو ورغلائے گا۔ ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ انسان فطری طور پر حُسن پسند ہے تو اس لیے ابلیس انسان کو گناہ گار کرنے کے لیے اپنی وسوسہ اندازی و فریب کاری سے قبیح کو حسین، سیئہ کو حسنہ اور شر کو خیر بنا کر اُسے دکھاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص اس جمالیاتی فریب میں آجاتا ہے تو اسے ہر بدی، گناہ، جرم، حسین نظر آنے لگتا ہے، اس طرح پھر انسان شیطان کے جمالیاتی فریب میں آجاتا ہے۔

جمالیاتی معاشرتی آداب

اسلام آرزوئے حُسن ہے، اور وہ ہر بات، ہر چیز، ہر قول و فعل میں حُسن کو دیکھنے کی طلب و آرزو رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے متبعین سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی زبان و قلم سے جب بھی کوئی بھی بات نکلے، حسین ہو۔[33] **وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا**[34] "لوگوں سے

حسین باتیں کہو، چونکہ خوشگواری و سرور انگیزی اور طمانیت بخشی ولذت آفرینی حُسن کا خاصہ ہے، اس لیے جو بات ہو گی وہ جمیل و جلیل، مناسب و موزوں اور طیب و جانفزا ہونے کے ساتھ خوشگوار اور سرور انگیز بھی ہو گی۔ قرآن مجید کی رو سے اسلامی معاشرے کا قول باللسان ہو یا بالقلم، ایسا ہونا چاہیے جو جمالیاتی ذوق سلیم پر گراں نہ گزرے، بلکہ اسے سُن یا پڑھ کر قاری و سامع کے دل و دماغ پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔

خلاصۂ بحث

ڈاکٹر صاحب ایک معروف شخصیت، باکمال اسلامی سکالر، فلسفی، سیرت نگار اور ماہر جمالیات تھے۔ آپ کی توجہ و تحقیق کا مرکز دین اسلام کے جمالیاتی پہلو ہیں۔ آپ نے اپنی تمام تر تصانیف میں جمالیات کی رو سے بات کی ہے۔ آپ کی تصنیف "حُسن قرآن "جس میں آپ نے قرآن کے جمالیاتی رنگ کو اشکار کیا ہے، میں آپ نے ایسی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے جو کسی دوسرے مترجم و مفسر نے نہ کی ہوں گی۔ آپ نے ان اصطلاحات کو جمالیاتی رنگ میں لکھا ہے تاکہ قاری و سامع کو اللہ تعالیٰ کے حُسن کلام سے آگاہی حاصل ہو، جیسا کہ قوانین الہیہ ہیں۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ان قوانین کو تلامیذ القرآن کے لیے سمجھنا ضروری ہے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ ان قوانین سے آگاہی حاصل ہو گی تب ہی قاری قرآن کی گہرائی تک رسائی حاصل کر سکے گا۔ آپ نے اسلام کی ہر فکر کو جمالیات کے رنگ میں پیش کیا ہے، یہی ہے وہ ڈاکٹر صاحب کی تفسیری نو جدیدیت جسے آپ نے اپنے ترجمہ اور دوسری تمام تر تصانیف میں قلمبند کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے حُسن قرآن میں بھی اسلام کے اقتصادی نظام کو جمالیات کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ انسان کی پیدائش کے چار مراحل کو بھی اسی طرح پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ انسان فطری طور پر حُسن پسند ہے اس لیے وہ حُسن کو ہی پسند کرتا ہے، اسی وجہ سے شیطان انسان کو ہر بُرے عمل کو حسین اور سیئہ کو خیر بنا کے پیش کرتا ہے تو اس طرح انسان شیطان کے جمالیاتی فریب میں آجاتا ہے۔ اس تمام تر بحث کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام تر احکامات جمالیات کا نمونہ ہیں کیونکہ وہ ذات خود حسین و جمیل ہے اس لیے اُس ذات کریم نے تمام تر کائنات کو حسین بنایا ہے۔

References

[1] Ghafoor Nāṣir. "Sawanhi-khakah-Dr-Naṣeer-Ahmad-Nāṣir" Accessed 22, February 2022.

https://www.slideshare.net.

[2] Āmir Shabāz Hāshmī, Through Phone Call, 22 January 2022.

[3] Muhammad Āṣif, "A Research and Comparative Review of the Mannhaj of the Messenger of Mercy and the Great Prophet and the Last:, (M.Phil thesis, Bahauddin Zakariya University, Multan), 33.

[4] Āmir Shabāz Hāshmī, Through Phone Call, 22 January 2022.

[5] Ghafoor Nāṣir. "Sawanhi-khakah-Dr-Naṣeer-Ahmad-Nāṣir" Accessed 22, February 2022.

https://www.slideshare.net.

[6] Dr. Naṣeer Ahmad Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān* (Lahore: Feroz Sons, 1996), 1:08-09.

[7] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, 1:95.

[8] Al-Balad 90:04.

[9] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:31.

[10] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:32.

[11] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:27.

[12] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:28.

[13] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:98.

[14] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:99.

[15] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:103.

[16] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:34.

[17] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:35.

[18] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:36.

[19] Al-Baqarah 02:151.

[20] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:36.

[21] Nāṣir, *Ḥusn-e-Qurān*, I:42.

[22] Naṣeer Ahmad Nāṣir, *Tāreekh-e-Jamāliāt* (Lahore: Majlis Traqhi Udab 2, n.d), 224.

[23] Dr. Naṣeer Ahmad Nāṣir, *Philsopha of Taowheed,* (Firoz Sons Lahore, n.d), 05

[24] Nāṣir, *Jamāliāt (The Light of the Qur'an)* (Lahore; National Book Foundation, 1976), 23.

[25] Nāṣir, *Jamāliāt (The Light of the Qur'an),* 63-71.

[26] Nāṣir, *Jamāliāt (The Light of the Qur'an),* 151.

[27] Nāṣir, *Jamāliāt (The Light of the Qur'an)*, 167-169.

[28] Nāṣir, *Jamāliāt (The Light of the Qur'an)*, 76.

[29] Naṣeer Ahmad Nāṣir, *History Philosophy*, (Lahore: Feroz Sons, 1991), 382-383.

[30] Dr. Naṣeer Ahmad Nāṣir, *Islamic Culture*, (Lahore: Feroz Sons, n.d), 317.

[31] Al-Tīn 95:04.

[32] Nāṣir, *Islamic Culture*, 369-370.

[33] Nāṣir, *Islamic Culture*, 378.

[34] Al-Baqarah 02:83.